GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 3, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

The Depiction of Class Conflict in Qurratulain Haider's Novel" Mere Bhi Sanam khane"

قرۃ العین حیدر کے ناول ” میرے بھی صنم خانے “ میں طبقاتی کشمکش کی عکاسی

Rubina
Lecturer Urdu GGDC Sheikh Maltoon Mardan

Abstract

The writer is often referred to as the "eyes of society." Whatever the writer observes in society, they blend with imagination and bring it to the page, presenting various subjects through their creations. In fictional literature, diverse societal themes are found, reflecting different aspects of life. Novels, in addition to other topics, often explore the conflict between different social classes. The shining star of Urdu literature, Qurratulain Haider, has reflected this class conflict in her various works. Her first novel, Mere Bhi Sanam khane, deals with the decline of the upper class due to the Partition of India. In this novel, she has portrayed various social classes. The subject of this research paper is an analysis of the depiction of class conflict in Qurratulain Haider's novel Mere Bhi Sanam khane. The purpose of this research study is to explore how class conflict is expressed in the novel, which classes are represented, and what perspective the author has on these different classes. By using Qualitative research methods, it has been concluded that the author has skillfully portrayed the various social classes of her time in this novel. She highlights the nature of the relationships between these classes, presenting the behaviors and characteristics of characters from different classes, thus bringing forth both the virtues and flaws of that era. The study also examines to what extent the author successfully highlights the existing conflict between these social classes.

Keywords: Qurratulain Haider, Class conflict, Mere Bhi Sanamkhane, Partition of India, Depiction of social classes.

قرۃ العین حیدر کے ناولوں میں تقسیمِ ہند کے موضوعات کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ان کا اولین ناول بہ عنوان" میرے بھی صنم خانے" 1949 میں شائع ہوا۔اس ناول میں ہندوستان کی آزادی سے پہلے یوپی کے اعلیٰ طبقہ اور جاگیر دارانہ نظام کی پستی کے ساتھ ساتھ ملک کی تہذیبی و معاشرتی زوال پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔اس ناول میں مصنفہ نے تقسیمِ ہند کی وجہ سے طبقات کی تقسیم، طبقاتی کشمکش کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تقسیمِ ہند سے قبل کئی عرصے سے ہندو اور مسلمان متحد تھے۔الگ مذاہب سے تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر زندگی گزار رہے تھے۔

"یہ ان کا قصبہ تھا۔ وہ چھوٹا سا پر سکون پر امن قصبہ جو ہرے جنگلوں اور چراگاہوں کے درمیان گھاگرہ کے
کنارے سینکڑوں برس سے رستا بستا آیا تھا۔ جہاں سب مل کر سال بھر کوئی نہ کوئی تہوار مناتے رہتے تھے۔
جہاں سب ایک دوسرے سے صدیوں کا بھائی چارہ اور میل ملاپ تھا۔ سبھی ایک دوسرے کو کسی نہ کسی
رشتہ داری کے نام سے پکارتے آئے تھے۔ سبھی ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک تھے"[1]

ہندوستان ایک ایسا صنم خانہ تھا جس میں قومی اتفاق، مشترکہ تہذیب بھائی چارہ، ہمدردی اور اخلاقی اقدار کے صنم موجود تھے۔ تحریک آزادی کے بعد سیاسی انقلاب، نسلی تعصب، فسادات اور ملک کی تقسیم نے بنائے ہوئے صنم خانوں کو نیست و نابود کر کے کئی ٹکڑوں میں تقسیم کیا اور اس کے تمام تراشے ہوئے صنم ٹوٹ کر تہس نہس ہو گئے ۔ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ ہندوستان کے مشترکہ تہذیب کا زوال عمل میں آیا۔

ناول " میرے بھی صنم خانے" قرۃ العین حیدر کا اولین ادبی معرکہ ہے۔ جو ادب میں سوچ و فکر کی نئی راہیں کھولتا ہے۔ یہ ناول تقسیم ہند کے بعد منظر عام پر آیا۔ اس ناول میں فیض آباد اور اودھ کے زوال اور نیست و نابود ہوتی ہوئی مشترکہ تہذیب کی دردناک مرقع کشی کی گئی ہے۔ اس دور میں صرف مشترکہ تہذیب ہی نہیں بلکہ پورا سیاسی نظام انتشار کا شکار تھا۔ سیاسی اور تہذیبی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ معاشرے میں بھی انقلاب برپا ہوا۔ ہندوستان میں تقسیمِ ہند کے بعد ایک ایسی تہذیب اور ایسا سماج وجود میں آیا ، جس میں نئے طبقات بن چکے تھے۔ مشترکہ تہذیب انتشار کا شکار ہو چکی تھی۔

برصغیر کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خطے کو ابتداء میں ذات پات کی وجہ سے مختلف طبقات میں تقسیم کیا گیا۔ پھر حملہ آوروں کی آمد سے یہاں مزید طبقات وجود میں آئے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں دو واضح طبقات پیدا ہوئے اونچا طبقہ یعنی اشرافیہ اور نچلا طبقہ کسان اور مزدور۔ 1857ء کے واقعے کے بعد ایک تیسرا طبقہ (متوسط طبقہ) معرض وجود میں آیا۔ تحریک آزادی میں سب سے بڑھ کر اس طبقے نے حصہ لیا۔ اس طبقاتی تقسیم سے معاشرے کا توازن بگڑ جاتا ہے اور طبقات کے مابین کشمکش کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ یہی صورت حال برصغیر کی پوری تاریخ میں نظر آتی ہے۔

بقول ڈاکٹر انور پاشا؛

"تاریخ طبقاتی کشمکش کا نام ہے اور یہ کشمکش شروع سے جاری ہے اور اس وقت تک جاری رہے گی
جب تک غیر طبقاتی سماج کا قیام عمل میں نہیں آجاتا"[2]

قرۃ العین حیدر نے اپنے ناول " میرے بھی صنم خانے" میں تینوں طبقات سے سے وابستہ کرداروں کی خصوصیات اور رویوں پر تبصرہ کیا ہے۔

اعلیٰ طبقے کے نمائندہ کردار:۔

ناول کا حصہ اول اودھ کے جاگیر دار طبقے سے تعلق رکھنے والے کرواہاراج کے کنور عرفان علی اور ان کے اہل و عیال سے تعلق رکھتا ہے۔ جس میں ان کی اولاد رخشندہ، پی چو اور پولو مختلف درسگاہوں، ہوٹلوں کلبوں، شان و شوکت والی تہذیب، مختلف افکار و نظریات سے تعلق رکھنے والے نوجوان ہیں۔ یہ تمام کردار اعلیٰ تعلیم سے آراستہ ہیں۔ ان کے دوست و احباب میں ومل، اوما، گنی، ڈائمنڈ، کرسٹابل، حفیظ احمد وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی وابستگی ایک ہی منفرد رویے اور سوچ کی بناپر ہے۔ یہ کردار مختلف سرگرمیوں سے اودھ کی تہذیب کی مکمل عکاسی کرتے ہیں، یہ کردار اپنی زندگی کو آرام دہ طور سے گزارنے کے عادی ہیں۔ مختلف پارٹیوں اور پروگراموں میں شرکت کرتے ہیں۔ اور کلبوں میں رقص کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ سیاسی نظریات اور جدوجہد پر تبصرہ کرتے ہیں۔ تحریکِ آزادی کے متعلق اپنے ردِ عمل کا اظہار کرتے ہیں۔ نچلے طبقے سے وابستہ غریب، مزدور، اور کسان لوگوں

کی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے ظاہری طور پر منصوبے بناتے ہیں۔ لیکن اس کے پس پردہ ان کو ہندوستان کے نچلے طبقے کے مسائل سے کوئی دلی لگاؤ نہیں ہوتا۔ یہ کردار بظاہر ہمدرد نظر آتے ہیں۔ اس ناول میں کانگریس کے حمایتی، مسلم لیگ کے نمائندے اور تحریکِ آزادی سے وابستہ افراد کے افکار کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اس ناول کو بنیادی طور پر اس عہد کا عکس کہا جاتا ہے جس کو اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھنے والے اور کرواہاراج کے حویلی کو مرکز بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

کنور عرفان علی:۔

ناول "میرے بھی صنم خانے" میں کنور عرفان علی کا کردار کئی اعتبار سے قابلِ ذکر ہے۔ ساری کہانی کنور عرفان علی اور ان کے گھرانے کے گرد گھومتی ہے۔ یہ کردار اعلیٰ طبقے کا نمائندہ کردار ہے۔ یہ پرسکون اور بے غمی کی زندگی گزارنے کے عادی ہیں۔ معاشرے کی تباہ کاریوں سے بے فکر ہیں۔ ان کی سوچ اور طرزِ زندگی روایتی جاگیرداروں کی طرح تھی۔ یہ تاریخِ روم اور قانونِ شیخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ متوسط طبقے کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان کا تعلق عوام سے برائے نام ہے۔ یہ برائے نام تعلق بھی منشی اقبال نارائن کے توسط سے سالانہ آمدنی کے حساب تک ہوتا ہے۔ ان کو اس بات کا کوئی غم نہیں ہوتا کہ اس معاشرے میں کسان، اور مزدور کن حالات سے گزر رہے ہیں۔ جن کی وجہ سے ان کی یہ بڑی ریاست قائم ودائم ہے۔ وہ محض اپنی پرانی تہذیب، رسم ورواج اور روایات کو بقا دینے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں اعلیٰ طبقہ اور غریب ومزدور طبقہ سماج کے لئے اہم ہے۔ کنور عرفان علی متوسط طبقے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ جاگیردار طبقہ صرف اسی طبقے کو پسند کرتا ہے جو ان کے حکم کی تعمیل کرے اور ان سے ڈر کر اپنی عمر بسر کرے، کیونکہ انقلاب کا نعرہ لگانے والے، اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرنے والا طبقہ اعلیٰ جاگیردار طبقے کے منصوبوں، ان کے راہِ رسم، طرزِ زندگی اور مفادات کے لئے مرگِ ناگہاں ثابت ہو سکتا ہے۔

> "انہیں چند چیزوں سے بے پناہ نفرت تھی مثلاً وہ ان حقیر نودولتیوں کا ناقابلِ معافی وجود کس طرح
> برداشت نہ کر سکتے تھے۔ جنہیں اب تکلفاً اوپری یا متوسط طبقہ کہا جاتا ہے۔ انہیں متوسط طبقے سے
> چڑ تھی۔ اس طبقے نے ہر ملک میں، ہر جگہ، ہر زمانے میں بڑی گڑبڑ پھیلائی ہے۔ بڑی بڑی
> گستاخانہ جراتیں کی ہیں۔" [۳]

رخشندہ:۔

کنور عرفان کی بیٹی رخشندہ ناول "میرے بھی صنم خانے" کا کلیدی اور سب سے منفرد کردار ہے۔ ناول کی کہانی رخشندہ کے ذریعے مکمل ہوتی ہے۔ یہ آزادانہ ذہنیت کی مالک ہے۔ اس کے خیالات اپنے بھائیوں اور والدین سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ اعلیٰ خاندان کی تمام آسائشیں رخشندہ کو میسر ہیں۔ یہ کردار ماڈرنزم کا حامی ہے۔ یہ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کر چکی ہے۔ رخشندہ فنِ مصوری سے دلچسپی رکھتی ہے۔ مختلف پروگراموں اور پارٹیوں میں حصہ لیتی ہے۔ اپنے دوستوں کے ساتھ رقص کرتی ہے۔ باہر آزادانہ طور پر گھومتی ہے یہاں تک کے سائیکل بھی چلاتی ہے۔ اس کے بہت سارے دوست ہیں۔ یہ اپنے بھائی کے دوستوں سے بھی راہِ رسم رکھتی ہے۔ رخشندہ جس تہذیب سے تعلق رکھتی تھی، وہ جاگیرداری نظام پر مشتمل ایسی تہذیب تھی جس میں ہندوستان کی مشترکہ تہذیب وثقافت میں بے تکلفی پیدا ہو چکی تھی۔ لڑکے اور لڑکیوں میں دوستانہ صحبت آزادانہ تھی۔ رخشندہ اور اس کے تمام ساتھی معاشرتی، سیاسی، اور دفاعی حکمت عملیوں میں دلچسپی کا مظاہرہ محض اپنی خوش طبعی کے لئے کرتے ہیں۔ حالانکہ رخشندہ زوال کے المیہ سہنے کے باوجود بھی اپنی داخلی تلاطم وانتشار کو پوشیدہ رکھنے کی سعی کرتی ہے۔ رخشندہ اپنی ماں سے بالکل مختلف مزاج رکھتی ہے اس کی ماں ایک مغرور قسم کی خاتون ہے۔ جبکہ رخشندہ اپنی ماں کے برعکس ہے اور ہر ایک محفل کو مسحور کرنے کا ہنر رکھتی ہے۔ رخشندہ متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر سلیم سے محبت کرتی ہے لیکن اپنی انا کی وجہ سے اظہار نہیں

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 3, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

کرتی۔ یہ ناول کی ابتداء میں خوش باش زندگی گزارتی ہے۔ تقسیمِ ہند کے سانحے کے بعد رخشندہ تنہارہ جاتی ہے۔اس کے دوست مارے جاتے ہیں۔اس کا گھر، خاندان سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔

"میرے بھی صنم خانے کا مرکزی کردار رخشندہ تقسیم کے المیہ کی رمزیت ہے جو محرومیوں اور
مایوسیوں کے ساتھ ساتھ تہذیب کے مٹنے کا ماتم دار ہے۔ تقسیم نے
جس طرح انسانوں کو چشم زدن
میں اکھاڑ پھینکا اور جس شکست وریخت سے دوچار ہوئے۔ وہ ساری صورتِ حال رخشندہ
کے پس منظر میں موجود ہے۔"[۴]

کنور رانی:۔

کنور عرفان علی کی بیگم سلطنت آراء بیگم عرف کنور رانی گھمنڈی اور متکبر خاتون تھیں۔ان کی شخصیت میں مغرورانہ رکھ رکھاؤ موجود ہے۔اپنی شان وشوکت اور روپے پیسے پر بہت نازاں ہے۔ان کے چال ڈھال، سماج سے تعلق، اپنی اولاد سے میل جول اور شوہر کے ساتھ روابط وضوابط اس قسم کے تھے جس طرح اس زمانے میں شہنشاؤں کے بیگمات کے تھے۔امیرانہ تکبر وخود بینی، زرق برق لباس، بناوٹ اور دکھاوا ان کی شخصیت میں نمایاں تھا۔یعنی ان کے کردار میں اعلیٰ طبقے کے تمام نقوش نظر آتے ہیں۔یہ بیٹی کے بجائے بیٹوں پر زیادہ توجہ دیتی ہے جبکہ اس کے برخلاف کنور عرفان علی رخشندہ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ان کی عمر چالیس پینتالیس کے لگ بھگ ہے۔ لیکن شخصیت میں اب بھی بلا کی دلکشی پائی جاتی ہے۔

"کرواہارج کی کنور رانی سلطنت آراء بیگم بہت موڈرن آدمی تھیں۔ مہینے میں ایک آدھ بار کسی
فلاور شو کی صدارت، یا ضلع کی سالانہ بیڈ منٹن ٹورنامنٹ کے تقسیم انعامات یا گورنمنٹ ہاؤس
کے ایٹ ہوم کی شرکت اور اسی طرح کے بیکار فیشن ایبل، سوشل، فرائض جوان کے سر پر آن
پڑے تھے، وہ بڑے مزے سے انجام دے لیتی تھی۔"[۵]

تقسیمِ ہند اور کنور عرفان علی کے انتقال کے بعد غفران منزل پر زوال آگیا۔ کنور رانی چونکہ آسائشوں کی عادی تھی اس لئے کنور صاحب کے فوتگی پر غمگیں ہونے کے بجائے عدت کے بعد چودھری شمیم سے شادی کرکے سندیلے چلی جاتی ہیں۔

پولو:۔

پولو کرواہارج کے کنور عرفان علی کا فرزند ہے۔ان کے مزاج میں سنجیدگی اور خاموشی پائی جاتی ہے۔پولو اس ناول کا خوددار کردار ہے۔ یہ کردار طبقات میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ یہ صرف کتوں اور کلبوں میں دلچسپی رکھتا ہے۔ان کی منگنی ماموں کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ لیکن اس کے بارے میں پولو خاص ردِ عمل کا اظہار نہیں کرتا۔جب تقسیمِ ہند کے فسادات کا آغاز ہوا تو دوسرے مسلمان گھرانوں کی طرح ان کا گھرانہ بھی تقسیمِ ہند کے زیر اثر نیست ونابود ہو چکا تھا۔ مگر پولو میں بے نیازی اتنی ہوتی ہے کہ وہ ان حالات میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ تقسیمِ ہند کے بعد کنور صاحب کی تمام جائیداد حکومت کے قبضے میں آجاتی ہے۔ پولو کی زندگی بھی بالکل تبدیل ہو جاتی ہے۔ جاگیرداری گھمنڈ کی جگہ قناعت پسندی لے لیتی ہے۔پولو اپنی زندگی کے شاہانہ شان وشوکت کو واپس برقرار رکھنے کے لئے دن رات محنت کرتا ہے اور اپنی ساری دلچسپیوں کو خیر باد کہہ دیتا ہے۔

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 3, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

"غفران منزل کا کنور پولو آسانی سے ہار ماننے والا نہیں تھا۔اس نے اپنی ساری رئیسانہ خو بو

اور تن آسانی اور آرام پسندی کی عادتیں چھوڑ دی تھیں۔"٦

پی چو:۔

کنور عرفان علی کا دوسرا بیٹا پی چو خوش مزاج انسان ہے۔ یہ کردار بھی اعلیٰ طبقے کا نمائندہ کردار ہے۔ان کے دوستوں کے حلقے میں ہر قسم کے مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل ہیں۔ سماجی فلاح و بہبود میں بھی حصہ لیتا ہے یہ کرسٹابل سے شادی کا خواہشمند ہے لیکن اس کے ساتھی اور رخشندہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے جس کی وجہ سے پی چو گھر چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔پی چو اپنے اعلیٰ طبقے کی شان و شوکت سے باخبر ہے۔پی چو اپنے جاگیر دارانہ شان و شوکت سے واقف ہونے کے باوجود بھی برطانوی فوج میں بھرتی ہو جاتا ہے کنور صاحب پی چو کے اس عمل کی وجہ سے دل گرفتہ ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو نوکریوں کی ضرورت نہیں ہے۔

"ان دنوں جنگ نئی نئی چھڑی تھی۔پی چو نے چپکے سے ایر فورس میں درخواست بھیج دی پھر

الٰہ باد جا کر انڈین پولیس کے مقابلے میں بیٹھ گیا اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔کنور صاحب

کو سخت صدمہ ہوا لیکن------چہیتا بیٹا تھا، چپ ہو گئے۔"ے

پی چو اپنے پیشے سے ایمانداری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ تقسیم ہند کے فسادات میں پی چو کو مار دیا جاتا ہے۔

اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھنے والے دوسرے اہم کردار:۔

ناول میں اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھنے والے دوسرے کرداروں میں رخشندہ کے دوست، گنی انور، حفیظ احمد، کرسٹابل، اوما۔ ول، کرن وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سب اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ یہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔یہ اپنی سرگرمیوں سے اس دور کی تہذیب کی عکاسی کرتے ہیں۔ عوام کی بہتری کے لئے رسالہ "نیوایرا" شائع کرتے ہیں، یہ غفران منزل میں آرام و سکون سے بیٹھ کر غربت میں پسے ہوئے عوام کے لئے حمایتی مضامین لکھتے ہیں۔ان کرداروں کو عوام کی حمایت کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔دوسرے طبقات سے ان کی کوئی وابستگی نہیں ہوتی۔ تقسیم ہند کے فسادات اور بدلتے ہوئے حالات کی وجہ سے سارے ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں۔کچھ موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔کرسٹابل اپنے ملک برطانیہ چلی جاتی ہے۔ قتل و غارت گری اور فسادات میں کرن اور اوشیر کو مار دیا جاتا ہے۔ گنی کی شادی ہندوستان میں ہو جاتی ہے اور ڈائمنڈ پاکستان آجاتی ہیں۔ چونکہ ان کرداروں کو علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے ان کرداروں کے حالات کے ذریعے سے دراصل لکھنؤ کے حالات قلمبند کیے گئے ہیں۔

متوسط طبقے کے نمایاں کردار:۔

قرۃ العین حیدر محض اعلیٰ طبقے کے اعلیٰ پن کو بیان نہیں کرتی بلکہ ان لوگوں پر بے پناہ طنز بھی کرتی ہے۔ جو اہل و نا اہل پر نقطہ چینی کرنا اپنا پہلا فریضہ سمجھتے ہیں۔ "میرے بھی صنم خانے" میں مصنفہ نے متوسط طبقے میں موجود تنفر اور طبقات کے مابین کشمکش کو واضح کیا ہے۔

متوسط طبقے کے نمائندہ کردار درج ذیل ہیں:

سید افتخار علی:۔

متوسط طبقے کو اجاگر کرتے ہوئے قرۃ العین حیدر نے بذریعہ سید افتخار علی اشرافیہ طبقے کے دوغلے پن کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ سید افتخار اشرافیہ طبقے کو حاکم اور متوسط اور نچلے طبقے کو محکوم تصور کرتے ہیں۔ افتخار صاحب اعلیٰ کے لئے متوسط طبقے کی نفرت کو ظاہر کرتے ہیں:

"کھدر یا مرشد آبادی ریشم کی ساڑھیاں پہن لینے سے ملک کیا آزاد ہو جائے گا۔ اندر جو کچھ کرتی ہو
باہر سفید ساڑھیاں پہن کر نکلتی ہیں۔ سینکڑوں لونڈوں سے تو عشق ہی کر کے چھوڑ دیا ہو گا۔ جیل
جا کر بھی ان لوگوں نے تیر مار لئے ہیں۔ اے کلاس میں ٹھاٹھ سے بجلی کے پنکھوں کے نیچے بیٹھے ہیں۔
پبلسٹی ہو رہی ہے۔ وہ الگ اور ساتھ عشق لڑائے جا رہے ہیں۔ وہ الگ کبھی کبھار انگریز افسروں سے
پٹ لئے اور لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہو کر اور ایک عالم ان کے نام مرا جاتا ہے۔"۸

شہلار حمٰن:۔

قرۃ العین حیدر نے شہلار حمٰن کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے متوسط طبقے کو پیش کیا ہے۔ شہلار حمٰن خود کو اعلیٰ طبقے کا فرد سمجھتی ہے۔ اعلی طبقے کے لئے اس کے دل میں رشک کے جذبات ابھرتے ہیں۔ خود کو اعلیٰ طبقے کی طرح ثابت کرنے کے لئے ماڈرن بننے کی کوشش کرتی ہے۔ اعلیٰ طبقے کے پروگراموں میں حصہ لینے کے لئے انگریزی رقص بھی سیکھتی ہے۔ قرۃ العین حیدر نے شہلار حمٰن کے ذریعے متوسط طبقے کے افراد کی بناوٹ پر طنز کیا ہے۔ قرۃ العین حیدر متوسط طبقے کو سخت ناپسند کرتی تھی۔ یہ کہنا بجا ہو گا کہ متوسط طبقے کے ذکر پر قرۃ العین حیدر کے تاثرات ناخوشگوار ہو جاتے ہیں۔ ناول میں شہلار حمٰن کو شو پیس سے تشبیہ دیتے ہوئے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ مصنفہ نے شہلار حمٰن کے ذریعے متوسط طبقے کے مزاج کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو اعلیٰ طبقے کے خیالات اور رویے پر فوقیت کا منفرد پہلو ہے۔

"اس لڑکی میں کچھ خصوصیت تھی وہ سب سے علیٰحدہ نظر آ رہی تھی۔ اور رخشندہ نے جو کنور عرفان علی
کی بیٹی تھی فوراً یہ محسوس کیا کہ یہ لڑکی ایک دوسرے طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس دنیا سے نکل کر وہاں
آئی ہے جو بورژوا ہوتے ہوئے ارسٹوکریسی کی حدیں چھو لینے کی کوشش میں ہاتھ پاؤں مرتی رہتی ہے" ۹

خورشید:۔

ناول میں خورشید کا تعلق متوسط طبقے سے ہے۔ خورشید پی چو کا چچازاد ہے، جو مارکسی نظریات سے متاثر ہے۔ یہ ملک میں تبدیلی لانے کی آرزو دل میں رکھتا ہے۔ ناول کے آخر میں حکومت سے مراعات حاصل کر کے اصول وضوابط کو توڑ کر اپنے فائدے کے بارے میں سوچتا ہے۔

قمر آراء:۔

خورشید کی بہن اور رخشندہ کی چچازاد قمر آراء متوسط طبقے کا نمائندہ کردار ہے۔ قمر آراء کا مزاج روایتی ہوتا ہے۔ ناول میں یہ قدامت پرستی کی حامی نظر آتی ہے۔ یہ ایک خاموش طبع کردار ہے۔ جو اپنے باپ سے تعلیم حاصل کرنے کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتی۔ آخر میں اس کی شادی سلیم سے ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر سلیم:۔

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 3, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

متوسط طبقے کی نمائندگی کرنے والا ایک خوددار کردار سلیم بھی ہے۔ یہ انوکھا، دلچسپ اور خود پسند شخصیت کا مالک ہے۔ پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہے۔ ڈاکٹر سلیم ایسے طبقے سے تعلق رکھتا ہے جو اپنے کاروبار اور پیشوں کی مدد سے رزقِ حلال پیدا کر کے زندگی بسر کرتا ہے۔ قرۃ العین حیدر نے سلیم کے ذریعے جاگیردار اور درمیانے طبقے کے درمیان معاملات کو اجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔ سلیم اعلیٰ طبقے کی شان و شوکت سے متاثر نہیں ہوتا۔ اسی انا اور خودداری کی وجہ سے رخشندہ کے بجائے قمر آراء سے شادی کر لیتا ہے۔

"سلیم ان رنگ محلوں کی طرف سے بالکل بے پرواہ اور بے تعلق تھا وہ ان کی دم توڑتی ہوئی جگمگاہٹ سے
بالکل متاثر نہ تھا۔ اور اس لحاظ سے کوئی زینت ریاض کوئی شہلار حمنٰ، کوئی حمیدہ تنویر سے کہیں زیادہ
قریب تھی۔ کیونکہ وہ اس کی دنیا کی رہنے والی تھی"۱۰

چودھری شمیم:۔

چودھری شمیم متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والا مفاد پرست کردار ہے جو ہر جگہ اپنے فائدے کے لئے سوچتا ہے۔ یہ رخشندہ سے شادی کرنے کا خواہش مند ہے۔ اسی غرض سے کنور عرفان کے خلاف رسالہ لکھنے سے سید افتخار کو روکتا ہے۔ تقسیمِ ہند کے بعد خراب حالات میں کنور رانی رخشندہ کو چودھری شمیم سے شادی کرنے پر اکساتی ہے۔ مگر رخشندہ کے انکار پر وہ خود چودھری شمیم سے شادی کر لیتی ہے۔ یہ کردار اس دور کے ایسے طفیلیہ لوگوں کی عکاسی کرتا ہے جو ملک کے مفاد اور قومی یکجہتی کے بجائے اپنے مفادات کے لئے حرام و حلال کے بارے میں بھی نہیں سوچتے۔

نچلے طبقے کے نمائندہ کردار:۔

ناول میں اعلیٰ اور متوسط طبقات کے علاوہ نچلے طبقے کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ یہ ہمیشہ وفادار طبقہ رہا ہے۔ اپنے آقاؤں کا حکم ماننا ان کے فرائض میں شامل تھا۔ یہ طبقہ نہایت خدمت کرنے والا تھا۔ اس کو دوسرے طبقات کے مابین چپقلش سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اس طبقے میں غفران منزل کے ملازمین اور خدمت گار شامل ہیں۔ اپنے مالکوں سے وفاداری ان کی اعلیٰ وصف تھی۔ ان میں عباسی بیگم گل شبو، زمرد اور اقبال نرائن شامل ہیں۔

قرۃ العین حیدر کے اکثر ناولوں میں اودھ اور لکھنؤ کے طبقہ اشرافیہ کی تہذیب کی عکاسی کی گئی ہے۔ یہ طبقہ تنگ نظری پر وسیع النظری، تعصب پر رواداری اور تفریق پر ہم آہنگی کو فوقیت دیتا تھا۔ قرۃ العین نے بورژوا طبقے کی زندگی کو لاشعوری طور پر پیش کیا ہے۔ کیونکہ ان کا اپنا تعلق بورژوا طبقے سے تھا۔ اور وہ اس سے شدید لگاؤ رکھتی تھی۔ "میرے بھی صنم خانے" (1949ء) قرۃ العین کا پہلا ناول ہے۔ اس ناول میں انہوں نے اپنے عہد کے زوال پذیر جاگیردارانہ معاشرے کی اور سرمایہ دارانہ نظام کے درمیان سانس لیتی اودھ کی زندگی کو پیش کیا ہے۔ یہاں جن جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو بیان کیا گیا ہے۔ ان کے مفادات انگریزوں سے وابستہ ہیں۔ اس ناول میں اس عہد کے برصغیر کی تاریخ کو جملہ جزئیات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ناول میں کنور عرفان علی کا کردار ہندوستانی اقدار کے محافظ کا ہے۔ جبکہ رخشندہ نئے آنے والے نظام کی خواہش رکھتی ہے۔ اس طرح ناول میں پورے نظام کے کھوکھلے پن کے ساتھ ساتھ طبقات کے مابین کھینچاتانی کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مصنفہ کا اسلوب پرانی قدروں پر دکھ کی کیفیت سے دوچار ہے۔

بقول انور پاشا :

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 3, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

"قرۃ العین حیدر کے ناولوں میں پیش کردہ مشترکہ تہذیب و ثقافت ایک مخصوص طبقے کی میراث لگتی ہے اور جب اس طبقے کے مفادات دم توڑنے لگتے ہیں تو انہیں وہ سارا تہذیبی ڈھانچہ متزلزل ہوتا نظر آتا ہے وہ اس تہذیبی انتشار کے پس پردہ جاگیر دارانہ طبقے کے اپنے کردار اور اپنی ذمہ داریوں کا تجزیہ کرنے سے قاصر ہیں۔"[۱۱]

حوالہ جات:۔

۱۔ قرۃ العین حیدر، میرے بھی صنم خانے، لاہور: سنگ میل پبلی کیشن، ۲۰۱۴، ص۔ ۲۵۲

۲۔ انور پاشا، ڈاکٹر، ہندو پاک میں اردو ناول / تقابلی مطالعہ، نئی دہلی: پیش رو پبلی کیشن، ۱۹۹۲ء، ص۔ ۹۰

۳۔ قرۃ العین حیدر، میرے بھی صنم خانے، ص۔ ۳۶

۴۔ نیا دور، لکھنؤ، نصف صدی نمبر، مئی ۱۹۹۵ء، ص۔ ۶۵

۵۔ قرۃ العین حیدر، میرے بھی صنم خانے، ص۔ ۲۵۔ ۲۶

۶۔ ایضاً، ص۔ ۲۷۱

۷۔ ایضاً، ص۔ ۳۷

۸۔ ایضاً، ص۔ ۴۷

۹۔ ایضاً، ص۔ ۹۳

۱۰۔ ایضاً، ص۔ ۱۹۰

۱۱۔ انور پاشا، ڈاکٹر، ہندو پاک میں اردو ناول / تقابلی مطالعہ، ص۔ ۹۰